

نشانِ راہ

امام حسین اور یزید کے کرداروں کے
خال و خط واقعات کی روشنی میں

DISCLAIMER

All the books we provide on Kitaabiyat, are the digitalized versions of the Hardcopies we OWN. We don't promote piracy. If you like the books then support their authors by buying the originals.

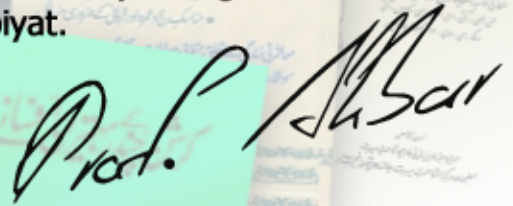
Posting of our books in any forum/board/blog/website is **STRICTLY PROHIBITED**.

Uploading of our books to any other media uploading service / community reading services (i.e SCRIBD), without our permission is prohibited.

The hardwork we do, in presenting the books to you, takes quite lot of effort. With every page Photoshopped, and every line checked for its readability, should be respected

Some people are stealing our work, we need your help, if you see our books anywhere other than Kitaabiyat, please let us know. We'll consider it your support for the promotion of Urdu Literature.

Support us by keep visiting and also by telling others about Kitaabiyat.



Prof. Muhammad Akbar Qureshi

SUPPORT US!
TO HELP US IMPROVE
KITAABIIYAT

“

[Ads by Google](#)

[Urdu Novels](#)

[Funny SMS](#)

[K167](#)

[Send SMS](#)

[Urdu Poems](#)

JAN 21, 2010

”

YEAH ONLY YOU CAN DO IT...

TELL OTHERS ABOUT US & KEEP VISITING FOR
DOWNLOADING THE BEST URDU LITERATURE, ON THE NET.

انتساب

صدرِ محترم، جنرل آغا محمد یحییٰ خان کی
جمہوریت استواری کے نام

سید عبدالحمید عدم

پیام

اُن میں اور ہم میں فاصلہ ہی کیا؟
زندگی۔ درمیان پڑتی ہے

عدم

WHAT DISTANCE COULD EVER BE THERE, BETWEEN
A MAN AND HIS CHERISHED GOAL, BEYOND THE
TINY GULF OF HIS OWN EXISTENCE

ADAM

تَنْبِيْہ

۱۳

۱۵

۱۷

۱۹

۲۱

۲۹

۳۹

۴۷

۵۳

۵۷

حُجَّۃُ
مَیْمَۃِ

مَیْمَۃِ
سَلامِ

مَآءِ
کُوْنِی

رَوَاقِی

حُجَّۃُ - مَیْمَۃِ

مُسْلِمِ کَافِیَا

مُسْلِمِ کَافِیَا
مُسْلِمِ کَافِیَا

پیش لفظ

یہ تصنیف عدم کی تازہ ترین تخلیق ہے۔ مختصر سی کتاب ہے۔ لیکن اس کے چند اجزائیں گویا خیر و شر کی ابدی کشمکش، ظاہر و باطن کی فتح اور باطن خیر کی ارجندی دکھائی گئی ہے۔

عدم نے اس مقصد کے لیے حضرت امام حسینؑ کو خیر کا نشان بنایا ہے یا خیر کی رمز مقرر کیا ہے اور ان کے مقابل فوجوں کو اور فوجوں کے سرداروں کو باطل کا نشان بٹھرایا ہے۔ گویا کتاب سراسر علامتی ہے اور اس اعتبار سے اس کا بڑا تر ہے کہ علامت اور رمز کے ذریعے جو بات کہی جاتی ہے وہ ہمیشہ نہایت مؤثر اور لایزال ہوتی ہے۔

عدم نے سب سے پہلے حسینؑ پر دو تین سلام بکھے ہیں لیکن ان کی انفرادیت انہیں اس دائرہ ادب کے بالکل قماز کر دیتی ہے۔ ایک نظم میں مامؑ پر اظہار خیال کیا ہے جس کے الفاظ سے گویا لہو ٹپکتا ہے اور معلوم ہوتا ہے کہ مصنف نے زیادہ کی طرح کوہ بے ستون نہیں کاٹا، بلکہ خود اپنی ذات پر در پے وار کیے ہیں۔

مدائے تیش برسنگ بے زند دگر است

خبر بگری کہ آواز تیش و جگر است

”روانگی“ میں امام مظلومؑ کے ذریعے عدم بتاتے ہیں کہ ضمیر راست روؤ

عرفان کا حصول کتنا مشکل ہے۔ حسینؑ جب مدینہ میں آئے ہیں تو گونیوں کے خط انہیں ملتے ہیں۔ مسلمؑ کا پیغام آتا ہے اور امام مظلومؑ جو کچھ کرتے ہیں۔ وہ عدم ہی کی زبان سے سنئے۔

۶۶

۶۱

۶۹

۸۵

۸۶

۹۵

۹۹

۱۰۳

۱۱۱

دستویں محرم

حر کی تقریر

جنگ کا آغاز

عباسؑ کی شہادت

حسینؑ کی شہادت

اہل بیت اور ابن زیاد

ابن زیاد کی سرشت

اہل بیت اور یزید

میزان

حُسن

جب خیر و شر میں دقتِ تفریق ہو گئی
 بے ساختہ حُسن کی تخلیق ہو گئی
 سُکھ بھی جائے۔ تو نہیں جھکتا بڑے شر
 یہ خون کی زبان سے تصدیق ہو گئی
 اک سرسری سی وعدہ خلافی پر بھول کر
 اک پوری قومِ مشرکِ زندیق ہو گئی
 منہ اپنا کالا کر لیا۔ اپنے ہی ہاتھ سے
 باطل کو کارِ شیشی کی توفیق ہو گئی
 گو سر گیا حُسن کا صدقے میں لے لے لے
 تھوڑی سی نیک و بد کی تو تحقیق ہو گئی

۱۲
 بہتر مرد و زن کا قافلا ترتیب دے دلا
 نصابِ داستانِ کر بلا۔ ترتیب دے دلا

مسلم کی شہادت کی خبر سننے کے بعد بھی امام اپنے معین راستے پر گامزن رہتے
 ہیں اور آخریتِ دہی ہوتا ہے جو ایک پھوٹے سے گروہ کا سلطانِ جائز کی فوجوں
 کے ٹکرا جانے سے ہوتا ہے۔

اہل بیت اور یزید کی داستانِ ایک علیحدہ باب ہے، جسے عدم نے اپنی
 مرصع کاری سے ابدی بنا دیا ہے اُس کی وجہ یہ ہے کہ یہاں لفظ خونِ حبگریں
 دُوب کر استعمال کیے گئے ہیں۔

یوں تو کہا جاتا ہے کہ انیس اور دسیر کے بعد لامرغیے کا خاتمہ ہو گیا لیکن
 عدم نے اس مختصر سی کتاب میں خلوصِ نیت اور دیانت سے کلام کیا، ایسی ہی
 باریک اور دقیق بات کہی ہے کہ اُسی کا حصہ ہے۔ مزید برآں اُس کا حُسن بیان اور
 اُس کا اسلوب ہے جو اپنے تمام معاصر شعراء سے علیحدہ صاف پہچانا جاتا ہے۔

مجھے کامل اُمید ہے کہ یہ کتاب عرفان و اخلاق کے ادب میں ایک ایسا
 اضافہ کرے گی جس کی نظیر شکل سے پیدا ہوگی۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ عدم پیشہ درمیشہ
 گو نہیں اُس نے محض اظہارِ حق کے لیے یہ نظمیں لکھی ہیں اور حق کی یہ خصوصیت ہے
 کہ نہ صرف وہ باطل پر غالب آجاتا ہے بلکہ مغلطہ ہو جاتا ہے۔

اُنسے کے شعر کی خوبی اور عجوبی پہلے صرف شوخی اور رعنائی میں
 جلوہ گر ہوتی تھی۔ اب کے اُنہوں نے اپنے کلام سے تطہیرِ اخلاق کا کام لیا ہے
 اور نہایت کامیابی سے ایسے شاعر کہے ہیں جو اس مختصر سی کتاب کو ادب کے
 بے پایاں سمندر میں پہنچا دیں گے۔

جب تک اُرْدُو زبان باقی ہے عدم کا یہ کارنامہ بھی باقی رہے گا۔

سید عابد علی شاعر

حُصَيْن

کربلا میں وہ شہسوار آیا جس پہ خود کبریا کو پسار آیا
 کر کے قربان زندگی اپنی قدرِ انسانیّت اُٹھار آیا
 ہر بھلی رسم کی حفاظت کی ہر بڑے قاعدے کو مار آیا
 اک اُولوالعزم آدمی تنہا کر کے وہ کسبِ بے شمار آیا
 جیسے اک آدمی نہیں۔ بلکہ کبریا خود بڑے کار آیا
 صدق کی آبرو کے چہرے پر دائمی رُوپ اور نکھار آیا

فاطمہؑ کا سخی منش بیٹا
 آدمیت کا قرض اُتار آیا

حُسینؑ

تھا کر بلا کو ازل سے جو انتظارِ حسینؑ
 وہیں تمام ہوئے — جملہ کاروبارِ حسینؑ
 دُکانِ صدق نہ کھولو — اگر نہیں توفیق
 کہ جاں چھڑک کے نکھرنا ہے — کاروبارِ حسینؑ
 وہ ہر قیاس سے بالا — وہ ہر گماں سے بلند
 دُرست ہی نہیں — اندازہ و شمارِ حسینؑ
 کئی طریقے ہیں — یزداں سے بات کرنے کے
 نزولِ آیت تازہ ہے یادِ کارِ حسینؑ
 وفا — سرشتِ بہتر نفوس کی ٹولی
 گئی تھی جوڑنے — تارِ زرخیزِ کارِ حسینؑ

سلام

جُرات و کردار کی — بادِ بہاری کو سلام
 اے غرورِ فقر — تیری شہر یاری کو سلام
 اے جہارت — آدمیت اور شرافت کے امام
 تیری بر موقیع — اولے جاں نثاری کو سلام
 اصلِ امانت دھن نہیں — تابانی کردار ہے
 اے امانت دار — تیری بالدارِی کو سلام
 عزتِ جمہور کا بٹوٹا، مشرور، ہو گیا!
 تیرے ہاتھوں کی مبارک آبِ یاری کو سلام
 موت سے پہلے نماز — اور وہ بھی صحنِ عرب میں
 اس شعورِ فرض — اس سجدہ گزارِی کو سلام

بنائے عقل پہ مبنی نہیں کہ فنائی ہو
 بنائے عشق پہ قائم ہے — اقدارِ حسین
 ہر ایک چیز پہ احسان ہے قدمِ اُس کا
 تمامِ عالم ہستی ہے قرضِ دارِ حسین

ما تم

خرد والو۔ خدا والو۔ محمد مصطفیٰ والو
 مجھے انا تو سمجھا دو۔ ادب والو۔ ادا والو
 تم اپنے انفرادی اور اک چھوٹے سے نقصاں پر
 عذاب بکراں کرتے ہو نازل۔ خرمین جاں پر
 اذیت خود کو پہنچاتے ہو کتنی بے دریغی سے؟
 تسلی دل کو دیتے ہو۔ خراش بینہ کو بی سے
 مسلسل ہیچنتے ہو۔ دم بدم فساد کرتے ہو
 غضب تخلیق کرتے ہو۔ ستم ایجاد کرتے ہو
 غلط اور خام تاویلات کے پرسم نہ لہراؤ
 ذرا انصاف سے کچھ غور۔ اس نکتے پہ فرماؤ

ریت پر قطراتِ نوں سے آیتیں کرنا رسم
 اس انوکھی شان کی۔ قرائن نگاری کو سلام

عقل دیتی ہے عدم وقتی سیاست کو خراج
 عشق کرتا ہے چلن کی استواری کو سلام



یہاں جھگڑا ہے۔ ذاتی کرب کے مہم نگر کے کا

وہاں رونا تھا۔ پوری اہمیت کے خمار کے

یہاں ماتم ردا ہے۔ تو وہاں ماتم عبادت ہے

گرے جو اشک اس موئے پر بارانِ سعادت ہے



خرد والو۔ خدا والو۔ محمد مصطفیٰ والو

فقط اس حادثے کی واقعیت پر نظر ڈالو

کہ جب شبیرؑ کی کرب و بلا دیدہ بہنِ زینبؑ

بڑا ہے عرشِ اعلیٰ سے بھی جس خاتون کا منصب

معاذِ کربلا کی خونِ آلودہ خموشی میں

فغانِ پیما ہو طوفانِ الم کی گرم بھوشی میں

مسلسل سٹو کریں کھا کھا کے چمکا چور ہو جائے

نبیؐ کی آل۔ یوں پڑ مرده ورنجور ہو جائے

دفور کرب سے دل ماہی بے آب بن جائے

جگر قراک بن جائے۔ نظر سیاب بن جائے

اور آخر اس ترسم خیر اور دلدوزِ عالم میں

قلق انگیز کیفیت میں۔ غمِ افروزِ عالم میں

نظر کے سامنے پھرتے ہوئے دہشتِ پردے پر

شعور دم بخود کے۔ سرد و خوں آلود لہجے پر

اُسے اس خوابِ پرِ عرماں کی یہ تعبیر مل جائے

جھلکتا نوکِ نیرِ پردہ پر۔ سرِ شبیرؑ مل جائے

لگے جب اس بلا کا تیر۔ اسِ ظلم و بکس کو

تو کیوں پہنچیں نہ جھٹکے برق کے۔ چید کی نسِ سن کو

مسائل کی حقیقی شکل کو پہچاننے والو

جو برحق ہے۔ اُسے بے خوف برحق ماننے والو

یہی تو مرحلہ ہے وہ۔ جہاں چوٹیں اُبھرتی ہیں

جہاں انسان کے باطن کی تحریریں نکھرتی ہیں

یہیں تو صبر کے دھاگے ہیں۔ غم موتی پر دنا ہے

یہیں تو رُوح کے اعماق کا عرفان ہوتا ہے

یہی تو مرحلہ ہے جس جگہ راہیں نکلتی ہیں

دلائل مانگنے والی۔ عزا گاہیں نکلتی ہیں

یہیں رسم نہفتہ۔ حامل پیغام بنتا ہے

یہیں زینب کا آپل۔ چہرہ اسلام بنتا ہے



محرم میں زمین و آسمان ماتم مناتے ہیں

فرشتے پیٹتے ہیں۔ چاند تارے بللاتے ہیں

سمندر کی تہوں سے زمزمے اُٹھتے ہیں ماتم کے

گولے مرثیے پڑھتے ہیں دلریشی سے۔ تھم تھم کے

ہوائیں جھپتی ہیں۔ بدایاں کُھرام جھپتی ہیں

تڑپتی بجلیوں سے برچھپاں نوحوں کی۔ چھپتی ہیں

خلا میں تیرتی پھرتی ہیں۔ آنکھیں اشکباروں کی

سیہ کپڑوں میں رونی صورتیں ایمان داروں کی

فلک سے گھورتے ہیں۔ شہرِ خون آلود جھنڈوں کے

برستے ہیں زمیں پر تہر۔ خون آلود جھنڈوں کے

بُجوم درد سے عباسی یوں معمور ہوتا ہے

کہ اُس کا اپنا پرچم بے تکانا خون روتا ہے

دو عالم پیگمبرِ آسمان و بکا معلوم ہوتے ہیں

کسی رنسی پرندے کا صد معلوم ہوتے ہیں

اسی لاہور کے اندر جب کربلا کی شام آتی ہے
 تو اک تبیح کے دانوں پہ یوں نجر چلاتی ہے
 کہ سب تبیح درد و کرب کی تحریر ہوتی ہے
 بوقتِ شام بالکل خون کی تصویر ہوتی ہے



فغاں پر گول کر۔ یہ انکشاف راز کرتی ہے
 کہ عرش بے صدا کے ماوراء بھی ایک دھرتی ہے
 جہاں انسانو۔ جہاں کہیں۔ جہاں فریاد رہتی ہے
 جہاں دنیا خلوص عشق کی آباد رہتی ہے
 جہاں ماتم سے تازہ معرکے ایجاد ہوتے ہیں
 محبت کے مثالی فلسفے ایجاد ہوتے ہیں
 جہاں ماتم کچھ ایسے سورما تخلیق کرتا ہے
 کہ جن کی برتری کی کبریا تصدیق کرتا ہے



کبھی دیکھا ہے اے دانشورو۔ دستویں محرم کو
 اسی لاہور کے اندر گلستاں پوش شبنم کو

کوفی

ہر انداز سے۔ ہر معیار سے آباد ہے دُنیا
نہایت دلربا، مجموعہٴ اُخدا ہے دُنیا

ہزار انواع کی بدبختیاں موجود ہیں اس میں
زراے خط۔ انوکھی تختیاں موجود ہیں اس میں

ضرورت کے مطابق۔ فلسفے مسعود ہوتے ہیں
تمام اہل غرض کے۔ مختلف معبود ہوتے ہیں

بنانے والا واحد ہے۔ مگر مخلوق بے حد ہے
بُرا دُچپ یہ مسُورہٴ پاکیزہ و بد ہے

زیادہ دہر کے بازار میں سودا گندے ہیں
بُہت کیاب ہیں انساں۔ بُہت اُفرد رندے ہیں

ہر اک شے کی فراواں صورتیں دنیا میں ملتی ہیں
 بڑی بے مثل و نادار صورتیں دنیا میں ملتی ہیں
 فراست کے کئی الہم نظر انداز ہوتے ہیں
 شرافت کے کئی خاک کے سہی آموز ہوتے ہیں
 سلیم اور شستہ انسانوں کا جب ربار لگتا ہے
 تو اپنے آپ کو پہچاننا دشوار لگتا ہے
 تصنع کے چمکتے مال کی اس کھوٹ مندی میں
 کہاں ممکن توازن ہو کسی تاجر کی دُنڈی میں



مگر اک ایسا دل جس کی بناوہی میں عفت ہو
 بھلا وہ کس طرح۔ دلدادہ مشق سیاست ہو
 وہ نادار پرش۔ جو ہوتے ہیں سچائی کے متوالے
 انہیں گمراہ کر سکے نہیں۔ اس پر تھوی والے

وہ اپنی بھوک۔ اپنی رُوح میں محفوظ رکھتے ہیں
 کبھی چھپیں۔ تو سُھرے ہاتھ کا پکوان چھپتے ہیں



عقیدت کی فراوانی سے۔ دنیا دار لوگوں نے
 کیا ہے جب بھی۔ رسی خُلق کا بیوپار لوگوں نے
 تو اپنے مرجعِ اُلفت کو۔ وہ نقشے دکھائے ہیں
 پندے نو بصورت جھوٹ کے۔ ایسے لگائے ہیں

کہ مہلت ہی نہیں دی اُس کو فکر و غور کرنے کی
 بنائے حال پر۔ اندیشہ فی الفور کرنے کی
 عقیدت کے کرشمے۔ اس طرح جاہ و جگہ ہیں
 کہ مشکل ہی سے اصلی خال و خط۔ منظر پہ آتے ہیں

ارادے کتنے خشنود بھی ہوں۔ مشکوک ہوتے ہیں
تو نگر بننے والے۔ — مفلس و مفلوک ہوتے ہیں

بشر تو کیا۔ عناصر پر بھی یہ قانون حاوی ہے
کہ باطن اُن کا۔ شکل ظاہری کے نامساوی ہے



گھٹائیں رحمت یزداں بھی ہیں۔ غیظِ مشیت بھی
کھیل آدمیت بھی — دلیلِ بربریت بھی

ہوائیں سُرخ و دلکش اور ہنسی جبے کے آتی ہیں
تو بعض اوقات کوئی خوبچکاں قصہ سُنا تی ہیں
پہاڑوں کے جگر میں کیا محل۔ سیال لاوے کا؛

کرشمہ ہے مکافاتِ عمل کے سُرخ آوے کا

بشر پر قبر نازل ہو۔ تو دُنیا کھول جاتی ہے
اسی پردے سے شکتی ذوالمنن کی چھلاتی ہے

خدا کی ذات انھی آیات سے تخلیق ہوتی ہے
عناصر کے خلل سے۔ — امن کی تصدیق ہوتی ہے

ستارے۔ چاند سورج۔ کوہ و دریا۔ گلشن و صحرا

یہ سب ادراکِ بالیدہ ہیں۔ دینِ آدمیت کا
یہ آیاتِ مشیت — آئینہ ہیں خیر اور شر کا

بڑا باریک ہے نظم و نسق۔ قدرت کے دفتر کا

قرآن سے بہا اوقات — سچائی نہیں ملتی

چمکتی سطح تو ملتی ہے — گہرائی نہیں ملتی

زمانہ اک سراخانہ ہے جھوٹے جاں نثاروں کا

یہ مالی۔ خون پی جاتا ہے دوشیز بہاروں کا



وہ کونے کی جیالی سرزمین کے جھوٹے صنایع
دہاڑیں سن کے جن کی چھوٹ جائے موت کا کھاد

جری۔ بیباک۔ باہمت۔ سخن کو پالنے والے
 علیؑ کے پاؤں پر۔ اپنے دل جاں ڈالنے والے
 صداقت کے پُجاری۔ خلق پر جاں دارنے والے
 علی الاعلان۔ ہر سفاک کو لٹکانے والے
 جو خود کو اپنے پیغاموں میں۔ ایسے پیش کرتے تھے
 کہ جیسے۔ پیٹ میں ماں کے بھی۔ دم خُجڑ کا بھرتے تھے
 وہ جن کے کوثر و تسنیم کے ڈوبے سلاموں نے
 وہ جن کے انتہائی والہانہ شوق ناموں نے
 امامِ سادہ دل کو اس قدر مسحور کر ڈالا
 کہ تاریخی سفارش کی کوفت پر مجبور کر ڈالا



مگر جب قافلے کو کر بلا میں۔ خیمہ زن پایا
 تو پھر اُن کی حقیقی اصلیت کا رخ نظر آیا

بلا کر محترم لوگوں کو اپنے گھر کے آنگن میں
 انہیں کے روبرو۔ اور بے تامل نورِ روشن میں
 بڑی دیدہ دلیری سے۔ ریا کا ساتھ دے بیٹھے
 خدا کے بننے والے۔ اہرن کو ہاتھ دے بیٹھے



خدا تو بگایا اُس نے مگر اعلان فرمایا
 مستط ہے۔ حسین ابن علیؑ کی ذات کا سایا
 یہ سایہ سینکڑوں صدیوں کا خوابِ آدمیت ہے
 یہ بُرا بھلا مشیت ہے۔ یہ قانونِ رسالت ہے
 کہاں اس بے رعایت سرزنش سے بچ کے نکلو گے
 جہنم کی بھڑکتی آگ میں یوں رچ کے نکلو گے

کہ جن قبروں میں شعلہ زن تمہاری بیباکی ہوں گی
 وہ قبریں فرطِ سورش سے۔ صدائے الاماں ہوں گی

یہ موزی جرات جرات اخلاق سے اتنے ہی نکلے
کہ وقت آنے پر سب کے سب شرافت سے نکلے

عجب رتب دکھائے۔ ان ریا پیشہ لعینوں نے
پیائے خون رویا۔ آسمانوں اور زمینوں نے
خدا والوں کو اتنا بیکس و منطووم کر ڈالا
کہ پانی اور غذا سے بھی اُنہیں محروم کر ڈالا
جب اُن کی بیعت موعود نے اپنا پس منہ بدلا
وفا پر آدمیت کا تفتس، سو گیا گدلا
شفیق القلب جسلا دوں نے قتل عام کر ڈالا
خدا کو بیچ ڈالا۔ دین کو نیلام کر ڈالا

○

امام آدمیت کا بھڑسہ توڑنے والے
سیہ کردار۔ کالے ناگ۔ شعلے چھوڑنے والے

بعد ہر عباد گئے۔ دنیا کی ملامت تم پر تھو کے گی
نجات تم سے بھاگے گی رذالت تم پر تھو کے گی
تمہیں کوٹنے کی گلیاں جب اچانک یاد آئیں گی
وہ گلیاں ایسا روشن آئینہ تم کو دکھائیں گی
کہ جس میں تم کو کوٹنے کی شرافت پیٹی ہو گی
تہن گھورتا، ہو گا۔ روایت پیٹی ہو گی
تمہاری مائیں بہنیں تم کو خون اپنا نہ مانیں گی
تمہارے مرقدوں پر چادریں تیروں کی تانیں گی

○

روانگی

شرافت۔ آن کے عرفان کی گنجان شکتی ہے
 صداقت۔ جراتِ بیاک سے پروان چڑھتی ہے
 تدبیر کتنا محکم کیوں نہ ہو۔ بے کار جاتا ہے
 شعورِ مصلحت سببی۔ بالآخر ہار جاتا ہے
 نہیں ادراک روشن ترکوئی۔ باطن کی بنیش سے
 نڈر ہیں کار و بارِ صدق۔ روزِ آفرینش سے
 ضمیرِ راست رو کو۔ رسمِ کجراہی نہیں آتی
 کہ اولادِ اسد کو۔ خوئے روباہی نہیں آتی
 دلاور سوچ۔ روشن اور جبری افکار نہیں ہے
 منور آنکھ۔ پائندہ روش کے روپِ عظمتی ہے

مصمم عزم — تلواریں کے رُکے سے — نہیں رُکتا
سر خود دار شاہوں کے جھکائے سے — نہیں جھکتا

خدائی عزم — اچانک جلوہ فراہو ہی جاتے ہیں
قلاطم آفریں حالات — پیدا ہو ہی جاتے ہیں
ستائی لاج — غیرت کا سہارا لے ہی لیتی ہے
سسکتی بوند — قسربم کا اجارا لے ہی لیتی ہے

ستم حد سے بڑھے — تو اپنی سختی آپ لاتا ہے
خود اپنی خام اندیشی کے ہاتھوں رک اٹھاتا ہے
چلائی جائے دانستہ اگر آرٹھی — نہیں چلتی

سیلے کتنے جو ہر دار ہوں — گاڑی نہیں چلتی
فسادِ خیر و شر — تو زیورِ لولاک بنتا ہے
کہ اس جیلے سے — سچے علم کا ادراک بنتا ہے

یہ دنیا — امتحان و آزمائش کا ادارہ ہے
کہیں یہ ثابت و سالم — کہیں یہ پارہ پارہ ہے

زمانہ فرض کی پہچان کو جب بھول جاتا ہے
تو پھر تجدید کی خاطر کوئی تشریف لاتا ہے
بہت کہنے — تلاوت خانہ اسباق ہے دنیا
نہایت فیض گستر — مکتبِ اخلاق ہے دنیا

یہاں آنے سے پہلے — لوگ بے تعلیم ہوتے ہیں
یہیں آکر انہیں — علم و خبر تقسیم ہوتے ہیں
مگر عیبِ مہر — فطرت سے راسخ جوڑ رکھتے ہیں

بشر اپنی جبلت کی طرف — ہر موڑ رکھتے ہیں
ادوار — گھوم پھر کر لوٹتے ہیں اصل کی جانب
کہ اپنا عکس رہتا ہے — ہر اک انسان پر غالب
شرائیکیزی کے عادی — حینہ کو اپنا نہیں سمجھتے
شرافت کے دھنی — احسان سے باز آ نہیں سکتے

وہ تارِ پنج زمیں میں روشنی کا کام دیتے ہیں
خدا فی سوجہ۔ سچی رہبری کا کام دیتے ہیں

دوا کی خیر اُن کے خلق کا بلوس ہوتی ہے
کہ اُن کی فوقیت۔ ہر دور میں محسوس ہوتی ہے



حُسنِ پاک کی گنتی بھی اُس زمرے میں آتی ہے
کہ جن کے فیض سے دُنیا کی قسمت جگمگاتی ہے

جو ہر عہدِ دگرگوں میں۔ نصیبِ امن ہوتے ہیں
جو کشتِ دہر میں آسائشوں کے بیج بوتے ہیں

کھٹن وقتوں میں جن کے امتحاں مقصود ہوتے ہیں
جو دُنیا میں ہدایت کے لیے موجو دہوتے ہیں

محاسن اور معائب۔ نقل و حرکت کرتے رہتے ہیں
یہ سیاحانِ جاہلت۔ سیاست کرتے رہتے ہیں

انہیں کے دم قدم سے رونقِ اوقات رہتی ہے

انہیں سے واقعاتِ زندگی کی نبر بہتی ہے

یہی دُنیا کی ساری داستانوں کے مصنف ہیں

یہی آہنگِ یزداں ہیں۔ یہی آوازِ ہاتف ہیں

یہی فرعون و موسیٰ کے چلن تحریر کرتے ہیں

یہی عزت بناتے ہیں۔ یہی تشبیر کرتے ہیں

کُشادہ ہے نہایت دائرہ ان کی ولایت کا

کہ ان کے زیرِ فرماں۔ کارخانہ ہے مشیت کا

تصادم اور تقابل کا اکھاڑہ گرم رہتا ہے

سدا آراستہ۔ مہنگا منہ ابرازم رہتا ہے

بہت مایوس کن کلمات - جب انسان پر آئے
نحوست کے گھنے بادل - فضا ئے دہر پر چھائے

بشر کی عافیت اک خوابِ مبہم بن گئی یکسر
برہنہ ہو گئے ہر سمت - استبداد کے خنجر

تو ان کو فرض کے احساس نے بیتاب کر ڈالا
بھیانک صورتِ حالات نے بیخواب کر ڈالا
کہا - حکمِ خدا سے وقت کے دھائے کو موڑیں گے
نظامِ ابرہن کو - پارہ پارہ کر کے چھوڑیں گے

اٹل یہ ہے کہ کوفے کی سر میں پر فیصلہ ہو گا
وہیں اعلانِ حق ہو گا - وہیں صدقہ ادا ہو گا

ہر اک غنیمت نے سرکار کو سختی سے سمجھایا
بڑی منت - سماجیت اور ہمدی سے سمجھایا

مگر ان کی سعادت مند غیرت نے نہیں مانا
رہِ مخدوش پر چلنے کو - فرضِ اولیں جاننا

مقابل اپنے اپنے بازوؤں کو آزماتے ہیں
مخالف قوتوں کو - مستیاز اپنا دکھاتے ہیں

جسے تو فیق ہو جس کام کی - وہ کر گزرتا ہے
کوئی پودے لگاتا ہے - کوئی شاخیں کھرتا ہے

ادائے فرض میں سب طائفے مشغول رہتے ہیں
جہاں کانٹوں کے مسکن ہوں - اسی جا پھول سے ہیں
سدا مالی سے مالی بر سرِ پیکار رہتا ہے
بڑی رونق پہ - جشنِ گرمی بازار رہتا ہے



منافع ہے بہت کافی جہادِ زندگانی سے
بچالے آبر و کوئی - اگر اس دارِ فانی سے

جو بچ جائیں زبیاں سے - وہ منور لوگ ہوتے ہیں
بلا تشکیک کامل اور برتر لوگ ہوتے ہیں

رسولِ پاک کے عیشِ مبارک نے انہیں روکا
نہایت خیر خواہی اور بڑے اخلاص سے ٹوکا

جانبِ حضرت عباسؓ نے بے حد نصیحت کی
سفر کی نیکیوں سے باز رہنے کی ہدایت کی

کہا۔ اے پر تو خلقِ علیؑ۔ تعویقِ لازم ہے
مکمل مشورہ۔ بالغ نظر۔ تحقیقِ لازم ہے

پیاموں میں حقیقی خال و خطِ ناطق نہیں بدلتے
خراجاتِ عقیدت۔ مؤبہ مؤ۔ صادق نہیں ہوتے

ضرورت ہی بھلا کیا ہے۔ کسی کو آزمائش کی
وہ آجائیں یہاں چل کر۔ جنہیں خواہش ہے آنے کی

سعادت اپنے دروازے کی شے ہی اور ہوتی ہے
یہ کچھ امن۔ اپنی سلطنت کے طور ہوتی ہے

یہاں جو حرمت و عظمتِ تیری ذاتِ اقدس کی
نہیں ممکن نہیں بھی ہو۔ کسی سلطان کے بس کی

حسینؑ مدینے میں

اگرچہ نحو بڑی بیباک اور بلوان پائی تھی
امامِ محرمؑ کی جاں مصائب میں گھر آئی تھی
بڑے ہمت شکن خطرات رہتے تھے تعاقب میں

مدینے میں بھی بد حالات رہتے تھے تعاقب میں
بڑے جاسوس و مجبر۔ گھورتے تھے آپ کی جانب
اگرچہ آنہ لگتا تھا کوئی شبیر پر غالب

لعینوں کو انہیں بے چین رکھنے کی متنا تھی
فقط نامطمئنِ دین۔ رکھنے کی متنا تھی
مدینے سے برائے عافیت ہجرت کے لئے
چلے آئے وہ مکے میں سکونت کیلئے آخر

بہت فرحان ہوئے تھے۔ وہ عبداللہ کو بل کر

رہی دونوں میں کافی گفتگو۔ حالات حاضر پر

کہا چاہت ہے عبداللہ نے یہ ابن حنیبلہ کو

میں تجھ پر وار دوں تو مرتبہ بخت کندر کو

مجھے تجھ سے نہایت بکراں متبلی محبت ہے

قریبی بھائیوں میں یہ تقاضائے جہلت ہے

میں تجھ کو اب مرے ہمدم۔ کہیں جانے نہیں دوں گا

یہ قطعاً بے محل تکلیف۔ فرمانے نہیں دوں گا

رہیں گے دونوں بھائی۔ حکم مولا سے یہیں مل کر

بھلا لینا ہی کیا ہے ہم کو۔ اس اقلیم سے ہل کر

ملاقاتی ہم سے ہونے کا اگر میلان پائیں گے

تو جملہ دوست دشمن یہیں تشریف لائیں گے

کہا ابن علیؑ نے۔ بات برحق ہے مرے بھائی

مگر فی الحال کچھ مشکل ہے۔ یہ امکان یک جہتی

بڑی تکرار سے پیچھے پڑا ہے ایک بد خصلیت

بھلا ہم اور اس کے دست ناہنجار پر بیعت

یہاں۔ خط ان گنت مجھ کو ملے ہیں اہل کوفہ کے

جو طالب ہیں محبت سے۔ مرے خلیفہ رؤفہ کے

جو آمادہ ہیں مجھ کو رھنما اپنا بنانے پر

خلاصی جبر و استبداد کی رستی سے پانے پر

جو تین من دھن کی بازی پر تلے ہیں دین کی خاطر

روا استوار کی خاطر۔ بجا آئین کی خاطر

مگر یہ محنت ان کی التجا میں نے نہیں مانی

مقدم ہے غلامی کا ہم میں تائید ربانی

ہدایت کر کے پوری مسلم صدیق و دانا کو

بنا کر آئندہ جملہ مسائل کے۔ سروپا کو

روانہ کر دیا ہے اہل کوفہ کی طرف اس کو
 کہ کھل کر مل سکیں سب اہل کوفہ صفت صفت اس کو
 کہ وہ تحقیق اور توثیق کی تکمیل کر آئے
 صلاح و مشورہ خود جا کے باقیں کر آئے
 مجھے شک ہے کہ کوفے کا سفر پڑ جائے گا کرنا
 ارادہ کر لیا۔ تو مشکوں سے کس لئے ڈرنا
 سنی یہ بات تو فی الفور عبداللہؓ نے فرمایا
 ہے سر پر سے دامن۔ رسول اللہ کا سایا
 مگر کیا یہ نہیں ہے مقتضائے عدل سے پیارے
 کہ باندھیں ہم ہی کیوں رخت سہرا اتنی شتاباً
 غرض منہ ان کوفہ دھن کے پتے ہیں اگر اتنے
 تو خود وہ کیوں نہیں ہادی کا فرماں پوچھنے آتے

مگر یہ گفتگو کیسے تاثر ڈال سکتی تھی
 رضائے ایزدی کو مصلحت کیا ٹال سکتی تھی
 یہ کیسے ٹھیک ہو سکتا ہے۔ حق باطل سے دب جائے
 روایت منہدم ہو۔ شوکت ناما و نسب جائے
 ملف کی ضوفشاں تباہ کچھ کمزور پڑ جائے
 خمیر حریت کی چمچ۔ کچھ کمزور پڑ جائے
 جہلت کے تقاضے کی بجلی ماند پڑ جائے
 اہل کی نیند آجانے سے پہلے۔ دم اکھڑ جائے

وہاں بر خدا کے حوصلے مضبوط ہوتے ہیں
 ہواں مردوں کے وعدے پختہ و مربوط ہوتے ہیں
 عقیدہ۔ حجت حالات کے تابع نہیں ہوتا
 گماں کی ریت میں ایماں بھی گویا نہیں ہوتا

مسلم کا پیغام

۵۲
نتائج سے ورا ہوتا ہے جذبہ کام کرنے کا
جنوں قائل نہیں۔ اندیشہ انجام کرنے کا
جری سیرت بھی ترغیب وقتی میں نہیں آتی
تنہا رہتی ہے فطری جوش سے ابرار کی چھاتی

اچانک ایک دن مسلم کا خط اڑتا، موتا آیا
صبا کے دوش پر۔ برقی پرندے کی طرح پھنپھا
پیام آیا کہ کوئی مستعد میں سر جھکانے کو
حسین ابن علیؑ کے سایہ رحمت میں آنے کو
حسین اب بے تامل۔ اپنی کوفہ کو چلے آئیں
زیادہ وقفہ و تعطیل کی رحمت نہ سنمائیں
چلے آئیں۔ بہ عجلت تاکہ جگر پاک ہو جائے
زمانے کو۔ بجا استدعا کا اور رک ہو جائے
خلافت پر امام محترم مامور ہو جائیں
ہر اک مظلوم کے دکھ درد سب کا فور ہو جائیں

دفا کے حوصلے۔ جرات نہائی کے بھرم لے کر
 ارادوں کے مہنور لے کر۔ مرادوں کے علم لے کر
 معزز بیبیاں۔ ذی شان بچے۔ نوجوان گمشدہ
 قوی۔ مضبوط۔ باہمت۔ کشادہ استخوان گمشدہ
 مسرت اور جبارت کے پروں پر راہ پیمائے
 نجوم شوق کے بہتے ہوئے۔ موج دریا تھے
 تھکن اور ضعف کے مفہوم کو اُن کی بلا جانے
 وہ سب افراد تھے۔ خوشنودی یزداں کے پروانے
 کھٹن اسباب کی طغیانوں کے سب شناؤ تھے
 جری۔ جانباز۔ محکم مستند۔ دانا۔ مدبر تھے
 چمکتی اور دمکتی خوبیوں کے قیمتی پیکر!!!
 مکرم۔ برگزیدہ۔ باحیثیت۔ سرخرو۔ انور

بلا مسلم کا جب سپینا ان پر نور لفظوں میں
 مہربن۔ ضوئیاں۔ سنہار اور مسرور لفظوں میں
 حسین ابن علیؑ کے کیف روحانی کو جوش آیا
 نظریں روشنی۔ کانوں میں آہنگ سرش آیا
 بہتر مرد و زن کا قافلا ترتیب دے ڈالا
 نصاب داستان کر بلا ترتیب دے ڈالا
 کوئی سستی نہیں برتی۔ کوئی وقفہ نہیں ڈالا
 خیال جنبش فی الفور میں حسنہ نہیں ڈالا



چلی اخلاص مندانِ حرم کی سربخت ٹوٹی
 حائل ہو گئے باہم دگر مشتاق ہمجوی
 چلے افکار میں۔ عزمِ جواں کی گرمیاں لے کر
 بڑے نظم و نسق لے کر۔ بڑی تاب و توان لے کر

مسلم کی شہادت کی خبر

جب آتے سمتِ کوفہ سے کچھ اعرابی نظر آئے
تو اُن سے واقعاتِ حالیہ دریافت فرمائے

ابا محترم کے روبرو — اک ایچی آیا
اور اپنی داستانِ کونطق کے جامے میں یوں لایا

کہا افسردگی سے کھینچ کر سرد آہ — قاصد نے
کیا ہے محشرِ ستانِ معقد — اس قومِ مجید نے

منافق کوفیوں نے فتنہٴ عظیم اُچھالا ہے
کہ مسلم سے معزز آدمی کو مار ڈالا ہے

کریں گے آپ سے بھی وہ سلوکِ بد — یہ برحق ہے
کہ اُن کی فطرتوں کا جزوِ کل ادا سے شق ہے

پڑاؤ ڈالنے منزل بہ منزل — راہ طے کرتے
بیاباں زار میں پیہم طرار سے شوق سے بھرتے

جوارِ منزلِ مقصود تک — ابرار آ پیہچے
نہایت مطمئن — سرور اور ہمار آ پیہچے

مُساقت اب بہت بسیارِ حال ہی نہ منزل میں
کہ سرگوشی ہوئی کچھ — عرشِ اعلیٰ کی محافل میں



سُنی یہ جو صلہ فرسا خبر۔ جب ابنِ حِشدر نے
 تو فرطِ کرب سے آئیں گے وہ۔ زیرِ لب بھرنے
 شراب بن گیا دل۔ رُوح میں چھڑیاں اُتر آئیں
 کراہیں ہی کراہیں۔ جسم کی نفسِ نفس میں بھرا آئیں
 اذیت کی بھڑکتی آگ نے تن من جلا ڈالا
 دماغ و جسم کو آتش زدہ غرمن بن ڈالا
 تھم کے اُبلتے، بھر میں خود کو۔ گرا پایا
 تمام آفاق گرد و پیش کو۔ اُلٹے پھرا پایا
 یقین افروز وعدے۔ پھتیاں کرتے نظر آئے
 مسلم ضابطے۔ بے ربطیاں کرتے نظر آئے
 خلوص و صدق۔ خولِ حیلہ و حکمت ہوئے ثابت
 پیاماتِ اطاعت۔ دقیرِ عبرت ہوئے ثابت
 ہر اک شاداب دھوکا ان سوالوں پر اُتر آیا
 کہ حضرت۔ اب تو اشیاء کا حقیقی رُخ نظر آیا

اُسی شب حضرت شبیرؓ نے مجلسِ مرتب کی
 اور اپنے ساتھیوں پر واقفیت کی گرہ کھولی
 بڑے دلگیر لہجے میں سُنائی داستاں سب کو
 بنایا بے ارادہ سینہ کو ب و نوحہ خواں سب کو
 کہا۔ اس موڑ کے آگے۔ فنا نہ رُخ بدلتا ہے
 یہاں سے ماورا۔ کرب و بلا کا دور چلتا ہے
 کوئی سنبھلتی۔ کوئی حامی۔ کوئی دُجو نہیں اپنا
 نہ کوئی ہمنوا اپنا نہ کوئی ہم نشیں اپنا
 مگر مجھ سے تو یہ مقتلِ بڑی اُلفت سے گویا ہے
 کہ خاکِ کربلا۔ میرے فحراجِ خوئی کی جو یا ہے!
 مرا تو اک اٹھولی رابطہ ہے اس بیاباں سے
 سیہ و دھبہ اُڑانا ہے مجھے تاریخِ انساں سے
 مگر ابروئے صدق کی تجدید کرنا ہے
 مجھے اپنے مقدس باپ کی تقلید کرنا ہے

مگر تم لے میرے بچو۔ میرے بچے کو شو

خدا کے واسطے۔ خود کو نہ جلتی آگ میں جھونکو

ابھی لکے کو واپس لوٹ جاؤ قدر و عزت کے

خدا محفوظ رکھے تم کو۔ بر تو بین و ذلت سے

جناب حضرت شبیرؑ کی یگشت گوشتی کو

بڑے علم و مہانت سے ہے خاموش سب کچھ

کسی دیں دار نے بھی لب نہ اپنا۔ مطلقاً کھولا

بڑی گہرائی اور دانش سے اُن کی بات کو تو لا

حسین ابن علیؑ۔ پھر بول اُسٹے اخلاص و اُلفت کے

عزیزو۔ لواثر اتنا نہ ناحق میری شربت کے

غماں اتنا نہ بر تو بے سبب عقل و فراست پر

نہیں کیوں مستعد تم اپنی جانوں کی حفاظت پر

مرا مہ نہ دیکھ کر تم نیتیں ہی چھوڑ دیتے ہو

ارے باندھتے ہو۔ باندھ کر پھر توڑ دیتے ہو

بکہ کر آپ نے سچ من روزاں کو بچھا ڈالا

وہ اپنے ساتھیوں کو۔ مصطفیٰؐ کا واسطہ ڈالا

کہ آزادی سے ہو جائیں وہ رخصت اس شہتاش سے

نہ رکھیں کوئی رشتہ۔ جہنم آفات و حسرتوں سے

ہا۔ واللہ مجھے اس بات پر بے حد خوشی ہوگی

میرے ساتھیوں کی جان خطرے سے بری ہوگی

نہ جب تک جاؤ تم۔ لوگو دیار روشن نہیں ہوگا

کہ فرحاں اس طرح۔ ابن علیؑ کا من نہیں ہوگا

بے غور رہا۔ تا دیر خاموشی رہی طاری

ارے مرجھا۔ اس جذبہ ایشیا کے واری

مگر سچ جب روشن ہوئی تو سب اُسی جاتے

سوئے شبیر۔ فرط شوق سے محو تماشا تھے

مگر کوئی نہ تھا ابن علیؑ کو اب رفیقوں سے

کہ ثابت ہو چکے تھے وہ مجاہد سب طریقوں سے

سحر دم فاسد پھر اپنی منزل کو روانہ تھا
وہی لہجہ - وہی دمِ نسیم بہ شوقِ الہانہ تھا

وہی تیزی تھی قدموں میں - وہی عزمِ مصمم تھا
وہی نبضوں کی کینیت - وہی جذبوں کا عالم تھا

برابر چلتے چلتے کر گئے - کوسس جب کافی
نظراک کوہ کے دامن میں آیا - چشمہ صافی

مُسرت سے اقامت کا دُہیں میلان فرمایا
رُکے - تو سامنے چھوٹا سا اک لشکر نظر آیا

زبانِ حال سے جس کی تمام احوال ظاہر تھے
حسین ابن علیؑ حالات پڑھ لینے پہ قاعد تھے

کہا یہ حاکم کو فہ کے لشکر کے سپاہی ہیں!
جو ناحق دشت میں - معتبِ ناکردہ گناہی ہیں

اسی اثنائیں سالار اُن کا بہرِ گفتگو آیا
اور اپنے مدعائے گفتگو کو - لب پہ یوں لایا

میں حُر ہوں - آپ کو آدابِ وافر پیش کرتا ہوں
بڑی تعظیم سے - القابِ و انسر پیش کرتا ہوں

یہیں خیمہ زنی کرنے کی دعوت دینے آیا ہوں
اسی خطے میں ترعینِ اقامت دینے آیا ہوں

سے آگے میں بڑھنے نہ دوں گا آپ لوگوں کو
جی بھر کے تازہ دم کریں - مگسور گھوڑوں کو

نقطہ میں روک دینے کی سیاست پر مُستتر ہوں
نہ مُفسد ہوں - نہ فاتر ہوں - نہ سرکش ہوں نہ خود سر ہوں

یہاں گمانیں - سرکار کے جائز و طیفوں میں
میں خود کو نہیں گنتا صداقت کے حریفوں میں

مجھے ادراک ہے اس کا کہ کیا اوقات ہے میری
میں ناواقف نہیں - کس مرتبے کی ذات ہے میری

میں دامِ خودِ مندرجہ میں مقید ہو نہیں سکتا
میں لغزش کھا تو سکتا ہوں - مگر بد ہو نہیں سکتا

کہا حُرنے۔ اگر بن ہی پڑا ہے یوں۔ مقتد سے
 تو اس اعزاز کی دولت کو یہ ناچیز کیوں تر سے
 نماز اپنی پڑھوں گا۔ آپ ہی کی رہنمائی میں
 کہ برکت کچھ زیادہ ہو۔ مری مفلس کھائی میں
 نماز اور نوکری — دو مختلف موضوع ہیں آقا
 میں دل سے معترف ہوں آپ کی دینی فضیلت کا

حسین ابن علیؑ کا قافلا۔ اس کنج فرحساں میں
 کنار آب پر۔ خاموشی صحنِ شیاہاں میں
 تھا استراحت گیر۔ آکر دو محترم کو
 مرثیٰ مولا کا پانچواں۔ دو محترم کو
 برابر دو محترم سے مسلسل حسنِ محرم تک
 رہی محدود اسی خطے میں۔ اہل بیت کی عظیم

۶۴
 میں نامسوود حکمت کی اطاعت کر نہیں سکتا
 جو ناواجب۔ اس ضد کی حمایت کر نہیں سکتا

مجھے تو حکمِ عالم کی فقط تعمیل کرنا ہے
 بجائے تعمیل کرنا ہے۔ غلط تعمیل کرنا ہے
 میں اہل بیت کے حینے کی حد میں بھی نہ آؤں گا
 پرے ہی سے نظر کی پستلیاں ہر جو گھاؤں گا



ہوئی جب ظہر کی ساعت۔ ریاضت کا عمل آیا
 تو وہ بھی۔ اپنی جائے استراحت نکل آیا
 قریب آیا تو اخلاقیات یہ پوچھا ابنِ حبیب نے
 برادر۔ یہ تو بلا دو ذرا۔ حسنِ مروت سے
 نماز اپنی پڑھو گے ساتھ سب کے۔ یا تنہا
 بس اتنا پوچھ لینا تم سے۔ دینی فرض ہے میرا

دستویں محرم

پڑھی دستویں محرم جب - بھیانک عرب خانے میں
 نہ لاتعداد شکر محو تھے جنے لگانے میں
 ستم - بن سعد کی خاطر - جو خط حاکم کا لایا تھا
 جہنم سے زیادہ آتشیں - اس خط کا سایا تھا
 وہ عداً حر پہ چھیتی پھبتیوں کے وار کرتا تھا
 نہایت خشمیں اطوار کا اظہار کرتا تھا
 اُسے حیرت تھی اہل بیت ایک خندہ زن کیوں ہیں
 وہ اپنے حال پر خوش - اپنے دھندوں میں مگن کیوں ہیں
 وہ پانی پی رہے ہیں کس دیرانہ جسارت سے
 وہ لقمے کھا رہے ہیں - کس امیرانہ فرغت سے

اُنہیں تو سرسری سا بھی نہیں حالات کا کھٹکا

کسی بھی گھات کا لرزہ۔ کسی بھی بات کا کھٹکا

وہ ایسے پھر رہے ہیں۔ جس طرح اپنے گھروں میں ہیں

یہ کیا سودا۔ یہ کیا نادانیاں اُن کے سروں میں ہیں؟

اُنہیں احساس ہی قطعاً نہیں آفاتِ پسیدہ کا

اثر غائب نظر آتا ہے۔ آثارِ ہوسویدا کا

محریر اُن کی اب تک۔ کوہِ نسیم کوئی نہیں ٹوٹا

ابھی تک راحت و تفریح کا دامن نہیں چھوٹا

نہایت پر غضب تقریر کی۔ اُس نے عسا کر کو

بڑی شدت سے بھڑکایا۔ شرالودہ غناصر کو

کہا۔ لے غازیو۔ سالار کو خورسند کر ڈالو

ہر اک را دِ سرار ان باغیوں پر بند کر ڈالو

تشد کا ودِ حد۔ ان کو چکھاؤ۔ بلبلا اُٹھیں

ترجم کے لیے۔ گھٹنوں پہ گر کر۔ گر گڑا اُٹھیں

چلایا بتر خود بن سعد نے پہلا۔ شرارت سے
جو اک جینے میں اڑ کر رہ گیا فرطِ ندامت سے



حُر کی تقریر

یہ حالت دیکھ کر حُر کو شمر پر سخت طیش آیا
 بڑی ہمت سے اُس نے بڑھ کے بن سعد پہنچا
 کہ آخر ظلم کیوں۔ نو واردوں پر اتنا ڈھالتے ہو
 اُنہیں۔ کس جرم کی پاداش میں اتنا ستاتے ہو
 سراب زور و زر پر اتنی شدت سے نہ اتر آؤ
 فقط اس چیز پر تھوڑا سا منکر و غور نہ پاؤ
 کہ کس انسان پر جو روستم ڈھالنے کو آئے ہو
 سکون و صبر۔ کس کا ختم فرمانے کو آئے ہو
 شقاوت کا نشانہ ان شریفوں کو بناؤ گے؟
 رسول اللہ کے کہنے پہ تلواریں چلاؤ گے؟

کلائی۔ اب جلال ایزدی کی بھی مروڑو گے؟
قسم کھا کر کہو۔ کبے کی دیواروں کو توڑو گے؟

مری خاطر تو یہ ادراک ہی وجہ ندامت ہے
کہ ان معصوم بندوں سے تمہیں اتنی عداوت ہے
جہنم کے شرر کس روز کی خاطر کھاتے ہو؟
تم اپنے منہ پہ کیوں تذیل کی کالک لگاتے ہو؟

کچھ اپنے آنے والے۔ وارثوں پر دم فرماتا
ہے موقع۔ اب بھی سیدھی راہ کی جانب پلٹ جاؤ

کہ کافی دیر تک۔ بابِ رحمت باز رہتا ہے
خدا بندوں کی خاطر۔ گوشِ برآواز رہتا ہے

تمہارے حاکموں نے۔ کیا تمہیں انعام کرنا ہے؟
یہ سودا یوں ہے۔ جیسے آبر و نیلام کرنا ہے

بغیر بیچِ اجرت۔ دین و دنیا کو گنوا نا ہے
بلا مصرف۔ رذالت کے گڑھے میں کود جانا ہے

کوئی ذی ہوش ایسی سخت نادانی بھی کرتا ہے
جو تم کرتے ہو۔ یہ کارِ پشیمانی بھی کرتا ہے

ذرا سی نیک نامی۔ سبکراں جاگیر ہوتی ہے
ذرا سی بد خصلی سے۔ بڑی تہشیر ہوتی ہے

یہ دنیا دو دنوں۔ او چار راتوں کا بسیرا ہے
پیراس کے بعد۔ کس کا اس سرخانے میں پھیرا ہے

اگر توفیق ہو تو آدمی کچھ کام کر جائے
خدا کی راہ میں کچھ فہین۔ کچھ اکرام کر جائے

زیب اعمال ہی۔ عجبے کا زارِ راہ ہوتے ہیں
یہ دشتے کے جو یا۔ سب گدا و شاہ ہوتے ہیں

یہ ورثہ پاس ہو۔ تو آدمی سرور رہتا ہے
وگرنہ مضطرب۔ مغموم اور رنجور رہتا ہے

بھلے اعمال کی تعریف کتنی صاف و واضح ہے
عراط آدمیت۔ کس قدر شفاف و واضح ہے

خدا کا خوف۔ انساں کی محبت۔ خلق کی عادت
حد۔ تحریریں۔ بدبینی۔ چلن اور جھوٹ کے نفرت

ذرا تھوڑے سے سکر و غور کی تکلیف نہ راؤ
اور اپنی بے تعصب رائے سے مجھ کو یہ سبھاؤ

کہ آیا واقعی یہ حق بجانب تم کو لگتا ہے
حسین ابن علیؑ کے باب میں یہ ظلم سجتا ہے

کہ کوئی اپنی ضد اُس سے بزورِ حکم منوائے

اطاعت اُس کو بے نخبے اور خلیفہ آپ کہلائے

خلافت کے لیے جو خوبیاں از حد ضروری ہیں

وہ آیا واقعی اُس شخص میں۔ موجود پوری ہیں

وہ اپنے عہد کے لوگوں کا اطمینان رکھتا ہے

وہ اپنی مہر میں جمہور کا مسدمان رکھتا ہے

وہ عدل و فضل کے معیار پر پورا اُترتا ہے

میں رفعتِ کردار پر۔ پورا اُترتا ہے

جواب اس کا اگر منفی میں۔ تم تجویز کرتے ہو

تو پھر کیوں دم۔ یزید اہرمٰن پیشہ کا بھرتے ہو

انجا کر پھنک کیوں دیتے نہیں طوقِ اسلامی کو

بچاتے کیوں نہیں ذلت سے۔ اقدارِ گرامی کو

خرد و رلوگ۔ قصداً تو نہیں کارِ زبوں کرتے

کبھی دیکھا ہے اہل عقل کو۔ داس کا خوں کرتے



یہ اتنا لاؤ لشکر۔ کس کی سرکوبی کو لائے ہو

رُے بھیار باندھے ہو۔ بٹے خنجر لگائے ہو

تمہارے بد مقاصد کا۔ نتیجہ سخت بد ہو گا

تمہاری زندگی محسوم۔ تمہارا بخت بد ہو گا

یہ صولت بیت جائے گی۔ یہ شوکت بیت جائے گی
یہ سُورج دُوب جائے گا۔ یہ ساعت بیت جائے گی

مکافاتِ عمل کے رُوز نامے بھرتے جائیں گے
سوانح جوڑنے والے۔ کتابت کرتے جائیں گے

گزشتہ جس طریقے کے بھی۔ احوالِ زمین ہوں گے
عجائبِ خانہ تباریخ میں — پر تو فسگن ہوں گے

تم اپنے نیک اور بد سے۔ یقیناً خوب واقف ہو
بہ ہر اندازِ محسوس ہو۔ بہر اسلوب واقف ہو

تمہیں تلمیق کرنا۔ کارِ بے آئین کرنا ہے
جہاں آگاہ بندوں کی کھلی توہین کرنا ہے

تم اپنے مسئلوں کو آپ سمجھو۔ آپ سب بھاؤ
مجھے تو اس غلط کاری کی رغبت میں نہ اُلجھاؤ

مرا تو اُن شریفوں، ہی سے کچھ رُحمانِ مِلتا ہے
کہ اپنی نوع کے انسان سے۔ انسانِ مِلتا ہے

یہ کہہ کر۔ دُوسرے جہنم کی جانب مُڑ گیا غازی
تھا جس تعمیر کا ٹکڑا۔ اُسی سے جُڑ گیا۔ غازی



جنابِ حُرّ کو جب موبو دینے غول میں پایا
تو ضیّا حسینِ محترم نے۔ اس سے یہ پوچھا

کہو حُرّ۔ تم یہاں کس عزم سے تشریف لائے ہو

سعادت بن کے پہنچے ہو۔ کہ آفت بن کے آئے ہو

اب حُرّ یہ تھا۔ اتنا سبب ہے میرے آنے کا

میں بھی اک کُتُر ہوں۔ اسی شاہینِ خانے کا

عقیدت مند ہوں۔ ساٹل ہوں۔ بیت کرنے آیا ہوں

مبارک بیتوں کے ساتھ۔ بچنے مرنے آیا ہوں

جنگ کا آغاز

میں تیار تھیں۔ اب حرب کے نقشے مکمل تھے۔
 ہر گنتی کے غازی اُس طرف فوجوں کے جل تھل تھے

سنائیں۔ برچھیاں۔ نیزے۔ چمکتے تیر۔ تلواریں

صبار قمار گھوڑے۔ طبل۔ ڈھالیں۔ جھگڑے۔ ڈاریں

چمکتی جوشنیں۔ دستی لٹاریں۔ کیم فشاں کوڑے

رودھ اور لعن۔ جیسے پھٹے والے آتشیں پھوڑے

حسین ابن علیؑ نے۔ جب وعا کا اذن فرمایا

سلام شوق کر کے۔ حشر جز پڑھتا مکمل آیا

سے کلماتِ حُر۔ تو فاطمہ کا لال جھوم اٹھا

نہایت گرمجوشی سے۔ اُسے آغوش میں کھینچا

کہا اُس سے۔ تم اس ڈیرے کے مہمانِ معزز ہو

جہاں چاہو پھر و گھومو۔ جہاں چاہو اٹھو بیٹھو

یہ سب یکدم۔ تمہارے دوست اُونویش و اقارب ہیں

مباری ارجمندی اور بہبودی کے طالب ہیں



کہا حُر نے۔ مجھے شربان ہونے کی اجازت ہو!!
کہ میں قابو میں رہ سکتا نہیں۔ اب اپنی حالت کو

میں بہا ہوں۔ مجھے پہلا سپاہی نامزد کیجئے
مری احسان مندی کیجئے۔ میری مدد کیجئے

میں حُر ہوں۔ حریت کی آبرو کو جگمگاؤں گا

اندھیروں میں شمع مہربن کر پھیل جاؤں گا

جہاد کر بلا میں۔ پہلا پرچم میں اٹھاؤں گا

تصاّر اہل من پر ضرب رحمانی لگاؤں گا

فضائے حرب میں پہلے مری آواز کرے گی

مرے نعرے سے چھاتی دشمنان دیں کی دھڑکے گی

مرے نون جوان کو لذتِ ایشیا چھنے دو

وفا داری کو جسمِ عظمت کر دار چھنے دو

یہ مجھ کو اپنے اسب تیر پا پر اڑ گیا غازی

حریفوں کی صفوں سے۔ برق بن کر جڑ گیا غازی

نہنگوں کی صفوں کے دائرے مکسور کر ڈالے
کئی چٹکے۔ کئی ٹائے۔ کئی مہرور کر ڈالے

مگر جب اتفاقاً۔ اُس کا گھوڑا ہو گیا حبسی!

تو پھر اُس نے۔ سیاست کی کوئی صورت نہیں بُنی

وہ گھوڑا اچھوڑ کر۔ کفار کے دستوں میں در آیا

عتابِ کبریا بن کر۔ عیسوں پر اُتر آیا

بڑے گھمسان کی آویزشیں کی۔ تیغ برسانی

بڑے مضبوط دستوں کو۔ کیا مجبورِ پسپائی

بالا حبس تیغ کا اک دار کھا کر ہو گیا بسمل

عتابِ سخت کی تلوار کھا کر ہو گیا بسمل

دُزدوں کی طرح۔ چاروں طرف سے تیغ زن جھپٹے

تڑپتی بجلیوں کا بہت۔ جیسے گاہ پر پکے

وجودِ حُر کو۔ دُڈ گھڑیوں میں سستی سے مٹا ڈالا

فضائے حرب نے۔ اک خواب دیکھا اور بھلا ڈالا

مددگار ابن اہل بیت نے پوری رفاقت کی
 مثال جاں نثاری پیش کرنے کی جسارت کی
 انہیں کے موجب فہرست۔ پہلے نام آنے تھے
 وہی پہلے۔ جہاد کر بلا میں کام آنے تھے
 نہایت بے دریغی سے لڑے۔ جانیں فدا کر دیں
 وفاداری کی ختنی سنیتیں تھیں۔ سب ادا کر دیں
 کیلے۔ تنہا تنہا۔ پھر اکٹھے جان پر کھیلے
 شہادت کی دُکوں پر گاہکوں کے لگ گئے میلے

مددگار بنو ہاشم۔ کثیر اسباب تک پہنچے
 وسید پاک کے جنت کے کٹادہ باب تک پہنچے



اب اُن کے بعد جو باقی تھے اہل بیت تھے سارے
 تعلق سب کا بڑھتا تھا رسول اللہ کے گھر سے
 یہ اک اک کر کے سب کے سب بباطِ حرب تک پہنچے
 جو امر دی سے۔ آغوشِ بلا و کرب تک پہنچے
 نہایت گرجوشی سے دکھائے اُن کے جو سر
 قیامت ہو گئی زندہ عُدو کی فوج کے اندر
 جدھر چلے۔ اُدھر ہنگامہ محشر نظر آیا
 سو انیس سز پہ سورج محکم باری سے اُتر آیا
 گرا لادا اُدھر دھرتی پہ سورج کی تمازت سے
 اُدھر فیتہ ہوا کفار کا ان کی شجاعت سے



عبّاس علمدار کی شہادت

معاذ جنگ کی تشش فشاں - نوں ریز گرمی میں
 جہنم بار گرمی میں — قیامت خیز گرمی میں
 حسین ابن علی جب پیاس کی شدت گھبرائے
 تو لے کر ساتھ اپنے بھائی کو نئے نئے
 یزیدی عسکروں نے گواہ ہر کوشش اُنہیں روکا
 بھڑکتی پیاس کی شدت کے استیصال کو ٹوکا
 مگر وہ لڑتے لڑتے - جا ہی پہنچے سطح دریا تک
 دہان آب کی شادابی تسکین انداز تک
 مگر جب طرف اٹھایا آپ نے جل نوش کرنے کو
 شگفتی پیاس کو - راحت ہم آنغوش کرنے کو

تو اک کانٹے نادرِ نادک یوں گلے میں تاڑ کر مارا
کہ جس سے پھوٹ نکلا حلق سے رینگن فوارا

لہو سے دونوں چلتے ہو گئے برزخِ حضرت کے
تو خوں کو سوتے گردوں پھینک کر یوں عرض کی رب کے

خدا یا دیکھ لے یہ دور بھی عادل زمانے کا
لہو ہے یہ ترے اپنے پیسے کو اسے کا

بس اتنا بھسکے واپس لوٹ آئے اپنے خیمے میں
اُدھر عباسؑ - تنہا گھر گیا دشمن کے ترغے میں

لڑائی کرتے کرتے جانِ حق کو پیش کر ڈالی
محبت - بھائی کے مسلک سے - بیش از بیش کر ڈالی

یہ سب افراد - رخصت ہو گئے جب باغِ جنت کو
تو پھر ہاتھ دی آواز - سلطانِ شرافت کو

حسینؑ کی شہادت

کہا - اے فاطمہؑ کے لال - دے بوسہ شہادت کو
رضائے ایزدی کے پاؤں پر رکھ دے امانت کو

مقدس فرض کی تعمیل سے عہدہ - برا ہو جا
حدوں کے دائرے کو ترک کر - بے انتہا ہو جا

نہایت بانچس سے ابنِ حنیفہؑ رزم کو نکلے

بڑی خندہ مزاجی سے - جہادِ گرم کو نکلے

تو اناؤ لالوں کی دھڑکنیں بھٹیں - قالبِ جاں میں

کہ جیسے عرش کی پرچھائیاں - تجوئلِ انساں میں

اگرچہ آپ پہلے ہی سے تھے معمور زحموں سے

برابر لڑتے لڑتے - ہو گئے تھے چوڑ زحموں سے

مگر جس سمت بھر بھی سسلہ دینا کرتے تھے
مکمل زور بازو سے پک واکرتے تھے

حریفان سرا سیم کے چھکے چھوٹ جاتے تھے
جگر مفلوج ہو جاتے تھے۔ بے لٹ جاتے تھے

وہ گھر جاتے تھے جب۔ پھر گھوم کر ضربیں کھاتے تھے
مگر پھر بھی کئی دل اور کھینچے کوچ کر لاتے تھے

گلے میں رنیم۔ سر مجروح۔ اعضاء خون آلودہ
دبجو دمسترم کا چپہ چپہ خون آلودہ

ہزاروں سے نیٹ بننا ہے تھے۔ گرچہ تنہا تھے
مُسرت سے۔ بہ احکام الہی حیر پیا تھے

اگرچہ گردان کے بیکراں دستوں کا ریل تھا
جسارت میں وہ اُن کے سامنے۔ مٹی کا ڈھیلا تھا

کبھی وقفہ۔ کبھی بھر پور ٹکراؤ۔ کبھی رجعت
ادھر حملہ۔ ادھر یورش۔ ادھر کوڑا۔ ادھر آفت

مسل۔ پے پے۔ انتھک رہے مصروف لڑنے میں
منافق کوفیوں کی کھوپری پر کسیل جڑنے میں

بلا تعداد بد ذاتوں کے سر مکسور کر ڈالے
حریفوں کے گھمنڈ اور طنطنے سب چور کر ڈالے

غرور وافر و بسیار لیا میٹ کر ڈالے
سروں میں رعشہ وحشت دلوں میں خوف بھر ڈالے

وہ ساری آفتیں۔ سبر و سکوں سے سبتے جاتے تھے
مگر تقدیر کے ساحل کی جانب۔ بہتے جاتے تھے

مگر فقط اس واسطے سبلم منظور و گوارا تھے
کہ وہ اپنے نفوس بیت کا واحد سہارا تھے

بھروسے کا محافظ صرف اک بھیاں ہوتا ہے
جو ہر مشکل میں اہل غم کا سہارا ہوتا ہے

کہ وہ ہر چیز کو خوشنودئی مولا سمجھتے ہیں
نہر میت کو بھی۔ نفع و سود کا سودا سمجھتے ہیں

خدا کی راہ میں لڑنا۔ اُنہیں کو ہے فقط سبوتا
گلا کٹوا کے بھی۔ جن کی حبیس پر بل نہیں پڑتا

وگر نہ ایک منظم فوج سے۔ بالکل تنہا
کہاں تک اکل اکیلا فرد۔ رہ سکتا ہے خرابا
اگر کوئی نہ دیتے طول بے مقصد دھڑائی کو
تو کافی دیر پہلے ختم کر دیتے رٹائی کو

حسین ابن علیؑ اب اس قدر کلفت رسید
کہ خود کفار کی سرکات بد پر آبدیدہ تھے
اُنہیں تکلیف دینے میں وہ اتنا خد اٹھاتے تھے
کہ اکھڑے اکھڑے چلے کر کے۔ واپس لوٹ جاتے تھے

ہر اک اُن کی بنائے موت بننے سے گریزاں تھا
کہ ہر پانی کے دل میں سزائش کا خوف پنہاں تھا

بالآخر فخرِ اہلسانِ کُوفہ کو اُپا سو جھا
اور اُس نے اپنے بوئے ساحتیوں کو گھور کر پوچھا

کہ آخر اے رذیلو۔ بزدلو۔ ادبار کے بیٹو
رکھو گے جاری و برپا کہاں تک اس جھیلے کو

دلاؤر اور بہادر آدمی تو یوں نہیں کرتے
تم اس انسان کو قاتل فوراً کیوں نہیں کرتے
یہ سُن کر پل پڑے ہر سمت سے بیداد کے پیکر
چلے بجلی کی سرعت سے۔ تبر۔ شمشیر اور خنجر!

سنانِ بد پر نے ایسا نیندہ اچکے مارا
زمین پر آگرے جس سے حسینؑ پاک و بے ہمتا
شمرنے کاٹ کر خود آپ کا تن۔ آپ کے سر سے
حفاظت کے حوالے کر دیا۔ بد نسل خولی کے

کہ یہ سر۔ حاکم کوفہ کی خوشنودی کا ساماں تھا
اسی سر کا تو وہ ماریسیہ شائق و خواہاں تھا

مشیّت کو گرا آٹے۔ بہر عنوان آنا تھا
کہ اُس نے اس گھرانے کو ابھی آگے بڑھانا تھا



فقط دُور روز بعد اس شور و شر کے ختم ہونے کے
غذا تحلیل ہونے۔ خونِ ناحق چھنم ہونے کے
جو اہل بیت باقی بچ گئے تھے قتل و غارت
جو مخرجِ دشکستہ دل تھے۔ کرب بے نہایت
انہیں قیدی بنا کر۔ حلقہ و زنجیر پہن کر
یزیدی عسکروں کے تابع تحویل کروا کر

حرمِ حاکم کو ذمہ میں بھیجا گیا جس پر اُ
یہ لطف بیکراں بھی اُن پر فرمایا گیا جس پر اُ

خدا اُن کو قیامت میں لگائے۔ آگ کے کوٹے
جسد پر آپکے۔ اس شرار نے دوڑا دیئے گھوٹے

شمر نے آپ سے کم تو نہیں کوئی مروت کی؟
بنو ہاشم کے سینوں کو جلانے کی بھی بدعت کی
بہ اثنائے دغا۔ بیرونِ خیمہ۔ بادلِ شہدا
مددگار ان کے لٹلے کی ایک خاتون کو تنہا
قریب اپنے مرے شوہر کے۔ جب روتے ہوئے پایا
تو بے غیبت نے اُس خاتون کو بھی متسل کروایا

دُہ نا، منہجار تو اک اور بھی ارمان رکھتا تھا
نہایت محسوس مانہ عندیہ شیطان رکھتا تھا

دُہ خواہاں تھا کہ غائبہ کو بھی نذر تیغ کروا دے
علیؑ کی نسل ہی بُنیادِ بستی سے اکھڑوے

اہل بیت او ابن یار

نٹا۔ برباد گشتہ قافلہ آلِ محمد کا
محلِ حاکم کونہ میں حب۔ دلسوختہ پھنپا

تو اُن کو پیش فرمایا گیا وہ بارِ حاکم میں
بڑی شوریدگی پائی گئی — گفتارِ حاکم میں
وہ زنیٹ سے ہوا گویا۔ خدا کا شکر ہے جس نے
کیا خوار و زبوں۔ تم سب کو۔ اپنی مہربانی سے
کہا زنیٹ نے۔ اللہ ہی نے ہم کو آبرو بخشی
کہ ہم نے اپنی گردنِ ظلم کے آگے نہیں سہم کی

کیا دریافت پھر لوگوں سے۔ یہ بیمار سا لڑکا
جو ہے بیٹھا ہوا۔ خاموش۔ دیکھو اور شدہ سا

چراغ دپشم ہے۔ کس خانوادے۔ کس قبیلے کا؟
کہا لوگوں نے۔ یہ ہے عابدین۔ شبیر کا بیٹا
کہا۔ اللہ نے۔ اس کو نہیں کیا قتل منہ مایا؟
کہا لڑکے نے۔ وہ میرا ہی اک بہنما بھائی تھا



جسے بے رسم لوگوں کے غضب نے قتل کر ڈالا
یہ سن کر۔ اُس سے پھر ابن زیاد ایسے ٹھٹھا گویا
اُسے لوگوں نے کب مارا ہے اے بے علم بہتانی
پڑا ہے اُس کے سر پر تیشہ منہ مان ربانی

کہا عابد نے۔ لوگوں کا عمل بھی اُسکے بس میں ہے
ہر اک جاں دار کی جاں۔ صرف اُس کی دھڑکیں ہیں

یہ سن کر جل گیا ابن زیاد۔ اور غیظ سے بولا
ہماری بات لوٹانے کا بھی تجھ کو ہوا سودا

کہا لوگوں سے۔ لے جاؤ اسے بھی قتل کر ڈالو
ہمیشہ کے لیے غائب۔ غلّی کی نسل کر ڈالو

یہ سن کر پہلا اُٹھی و فوڑ کرب سے زینبؓ
دُبانے لے کے بولی۔ اے سنگر۔ اب رائے رب

یہ محشر تو کہہ رہا۔ نہ میری آنکھ کے آگے
یہ ہیں۔ میری قبا کے آخری۔ کمزور کدھا گے

یہ کہتا ہے تو اس کے ساتھ مجھ کو بھی منہ کر دو
بہیں یونہی اماں سے دم۔ ہمارا منہ سیلا کر دو

یہ دایلا سنا تو شرم سے دل کٹ گیا اس کا
خود اپنی بے حیائی پر کھجب بھٹ گیا اُس کا

نہا۔ آراؤ کر دو۔ چھوڑ دو۔ اس کو بری کر دو
برہو او۔ ابن زینب کو اس خنثیہ سے بھر دو

ابن زیاد کی سرشت

یہ نام ابن زیاد۔ اللہ بچائے اس اے لوگو
نہی واقعت نہ کانوں کو کر لے اس اے لوگو
یہ مجرم نام ہے۔ اس ذات کا آہن کن سہیتر
کہ جس کو عرف سن کر پھٹ پڑیں فولاد کے خنجر
ذرا اس کی درندہ شیوگی پر غور فرما
شرافت کے نمونے کو۔ ذرا ادراک میں لانا
جو تھے شفاف۔ روشن اور ملائم۔ چند دن پہلے
تجربوں و ردوں کے جھونکے تھے تمام۔ چند دن پہلے

جنہیں بے انتہا عظیم حاصل تھی زمانے میں
رکھے تھے سب سے پہلے وہ اس کے مال خانے میں

نمائش گاہ تھا خستہ سردوں کی۔ اس کا کاشانہ
کہ تھا سر کاٹنے کے شوق میں بہ شخص دیوانہ
سردوں کو جوڑ کر اک وحشیانہ ظلم رانی سے
تمنا شد دیکھتا تھا۔ انتہائے شادمانی سے

یہ اُس کے بعد کا ٹکڑا ہے اس لکڑی کی کہانی کا
ہو اورد عمل جب رونا۔ بے سدا رانی کا

بریدہ ہو کے اپنا سر جب اس کے طشت میں آیا
تو اُس کا جسم مُردہ۔ جندہ طشت میں آیا

کہا یہ جسم نے اٹھ کر کہ اے سر کاٹنے والو!
درندو۔ ابن آدم کے لہو کو چاٹنے والو

مرا سر مجھ کو واپس دو۔ کہ میں بھی اپنا سر دیکھوں
سروں کو کاٹنے والے کا سر۔ جی کھول کر دیکھوں

لگا کر سب سردوں کو تیز اور خنکس نیردوں پر
غتاب و قہر کی تیارخ کے عکاس نیردوں پر
دیا یہ خطبہ مذموم۔ بے غمیت سر عسا کر کو
غلط کاری کے در دی پوش۔ بھڑکیلے عناصر کو

یہ سب خوش بخت سر۔ دربارِ سلطانی میں لے جاؤ
لذیذ اشیاء۔ حریمِ ظلِ سبحانی میں لے جاؤ
یہ تحفے پیش فرماؤ۔ یزید بر گزین کو
وہیں سے اچھٹیں لٹی ہیں۔ اوصافِ حمید کو

قسم مولائی۔ اور تو نگر بن کے آؤ گے
سیلمان بن کے لوگوں کے۔ سکند بن کے آؤ گے
کہ اُس گھر میں نہایت ہی نہیں کچھ دولت و زور کی
دباں ضرور یزید ہیں سب کائناتیں۔ عسل و گوہر کی

مرا بھی ہفت تبریک اُن کو پیش کر دینا
امیرِ وقت کے افغان کو۔ خوشبو سے بھر دینا

اسی کے ساتھ چلایا۔ یہ اہل بیتِ مقدس
یہ نام نہان۔ باغی مُفسدوں کی جھڑپ لولی

انہیں بھی ساتھ لے جاؤ کہ راحتِ یاب ہو جائیں
کشاوہ ان پر بھی لُطفِ کرم کے باب ہو جائیں



اہل بیتِ اویزید

فستادہ سپاہی قصرِ سلطانی میں حبس پُہنچے
نہایت دست بستہ۔ سر خمیدہ۔ باادب پُہنچے

معیت میں ہی اُن کی قیدیوں کا قاتل پہنچا
ڈکھی بچوں کا۔ عسکریں پیروں کا قاتل پہنچا

یزید منہل نے بیڑیاں خود اُن کی کھلوائیں
دل آرا کفنِ سلوے کُفایت کا نور کروائیں

غذا اور آب کے طیب ٹوٹے پیش فرمائے
تسک بخش اور بخورِ دل و ستر خوان چھوٹے

کہا۔ ابنِ زیاد اور سعد کو غارت کرے اللہ
مجھے برگز نہیں کچھ علم اس بیداد کا واللہ

مرے حکم کو یہ تھے پھر کُر اُن کو بھجوا دو
مرا باعنی۔ بہ ہر تدبیر۔ مسکرا پاس پُنجیا دو

ہو از زینب سے پھر جو سخن۔ احسان مسددا کر
بڑے اندازِ ہمدردی سے بولنا۔ ہاتھ لہرا کر

مٹیں سوچو۔ مرا مسدداں اگر تسلیم کر لیتا
مناسب ڈھنگ کی تاخیر اور تفتیم کر لیتا

تو اپنے حق میں۔ وہ یہ آمنتیں کس واسطے بوتا
بعد شبیر کا یہ ناروا انجاء کیوں ہوتا

یہ سن کر عابدیں کہنے لگا۔ ایسا مفتد تھا
خدا کی آیتوں سے۔ اُن کا انداز منور تھا

اُنہیں معلوم تھا۔ اللہ نے یہ تشریح لکھی ہے
کس حکم سے۔ یو بھی تختی مفتد یہ لکھی ہے

یہ زید اس بات پر ہنس ہوا۔ اور طنز سے بولا
خدا ہرگز کسی پر آمنتیں نازل نہیں کرتا

یہ اپنے اپنے ہر انسان کے اعمال ہوتے ہیں
جو اُس کی زندگی کے کاتبِ احوال ہوتے ہیں

اسی اثنا میں اک شامی جواں ایسے ہوا گویا
مرے سلطان۔ یزید با سعادت۔ قوم کے آقا

ہے زینب کی رفاقت میں۔ جو چاہے ناتواں لڑکی

ہمارے حق میں ہے مالِ غنیمت یہ جواں لڑکی

یہ لڑکی مجھ کو اسے سلطانِ دوراں بخش دی جائے

ملازم کو۔ یہ جالیسب درنشاں بخش دی جائے

سنا جب یہ زینب نے یزید مسددا کو دیکھا

اور اُس پر خشکیں آنکھوں کا غصہ خوں پوچھا

یہ تیرا دم معلوم کیا سندیان بچتا ہے
بلا اُس ماں کو جس کی کوکھ سے یہ سانپ نکلا ہے

کہ میں صرماں کی جانچ مبارکباد دوں اُس کو
لبو کو پاک کرے۔ ششترافشا دوں اُس کو
سنا جب یہ تو دل مٹھوں۔ کشیا نے قہر سے
کہا زینب سے تیرا بچا۔ یزید بے حمیت ہے

میں چاہوں تو۔ مجازاً یہ سخاوت کر بھی سکتا ہوں
سوالی کا دہن۔ مظلوب شے سے بھر بھی سکتا ہوں

جو ابائیوں کہا۔ زینب نے برق بے اماں بن کر
گرج کر۔ ٹھوکر کر۔ لٹکا کر۔ چینگا کر۔ تن کر

سنو۔ جب تک تیرے پڑھتے ہو کلیم سے نہانے کا
ادب لازم ہے تم سب پر محض مد کے گھرانے کا

نہ تو حق دار ہے اس کا۔ نہ یہ حق دار ہے اس کا
لہذا اس کے باطن کی طرح مُردار ہے اس کا

یزید منفعل نے سُن کے یہ جب ہر طرف دیکھا
تو ہر خورد و کلاں کو غیظ سے خنجر بکھ دیکھا
اُسی دم اُس نے اُس ملعون کو بے ساختہ جھاڑا
مخاطب ہو کے فرط برہمی سے اس طرح بولا

ادب لے بے خبر۔ بد اسل۔ نامہنجاہ سو دانی
یہ حرکت کر کے۔ تجھ کو موت لے فاسق نہیں آئی
تجھے معلوم ہے یہ کتنے عزت دار بندے ہیں
رعولِ پاک لے محبوب اور ولدا رہندے ہیں

یہ طلبِ بیبیاں ہیں۔ حرمت و تعظیم کے قابل
بڑی تو قیر کے لالہ ہیں۔ بڑی تکویم کے قابل
ستارے ان کی پوجا چاند ان کا دربار ہے
طوافِ بندگی خورشید ان کے گرد کرتا ہے

کہا زینب سے تم آزاد اور خود مختار ہو کھیر
مغرر با سعادت۔ پیکر انوار ہو کھیر

عسا کرے کہا۔ ان سببوں کے پاسباں بن کر
محافظ۔ مینا بان۔ سچے حسین کارواں بن کر
تم اسبابِ مظلومہ شکرِ محبت مع کر لو
اور ان کو عادت شہری بوریوں کے پیٹ میں بھر لو

غرمیں ان کی آسائش کا پورا ادھیان نہ کرنا
مدینے تک انہیں آرام سے پہنچا کے آجنا



چلی زینب لٹے کئے کو اپنے ساتھ جب لے کر
تو دشتِ کربلا کی روح میں بھی جنس گئے خنجر

بلکتی۔ چنکتی۔ سر پٹتی۔ آدہ دہکا کرتی
جگر گوشوں کی ڈھارس باندھتی۔ شکر خدا کرتی

ہواؤں اور فضاؤں خطاب و گفتگو کرتی
تصور میں۔ حسین ابنِ عیسیٰ کو روبرو کرتی

علیم اور نیک طینت مہبائی کے قصے بیاں کرتی
نسلِ دے کے غمگیں ساتھیوں کو شادماں کرتی

رہی مصروف وہ اخلاصِ دل سے حمد باری میں
یہی ایک مہم تسکین تھا اس کی سپاری میں

یونہی جب روتے و ہوتے فاصلے ہو گیا غم کا
تو دل میں اپنے گھر کے قُبر کا احساس لہرایا

توقت کی عسا کرنے ہیں تہ تیغ بیتِ رسا کی
دُعا کی اور اہل بیت کی بھی بخش پائی

عسا کر فرض کی تکمیل کے لیے جتنی کوشش
ہوئی منزلِ رسیدن وہیں جہاں چو غمایت

مدینے کے دیار پاک میں آکر سکوں آیا
پناہ حاکم نواب میں آکر سکوں آیا

میشران

ہوا بعد اُس کے جو تاریخ وہ سب کچھ بتاتی ہے
کہانی کے تنہے پر — مکمل ضرورتی ہے

پھر اُس کے بعد اس خطے میں جو بھی حکمراں آیا
وہ کوئی بے انتہا شادابیاں لایا

ہوا تبدیل بند و بست۔ اس حسن طریقے سے
کہ رنجش ہو گئی ہر نوع کی خامی سلیقے سے
مشیت کے اہل الصاف نے کیا رنگ دکھلائے
مظہر گردنوں کے بعد — فاسق سر بھی کھوئے

شمر۔ ابن زیاد اور دوسرے سفاح بلوادی
ہر اک فاتر کا سر کٹنے کی باری خود بخود آئی

سراپن مجسوع اشرار۔ فطری عدل تک پہنچے
بریدہ ہو کے تفریحات حمل و نقل تک پہنچے

ندامت سے عتاب و جبر کی دسیہ تک پہنچے
اوقیت ویدیاں کے سہر کی دسیہ تک پہنچے

تین بیٹوں پر اس بھی چل بسا۔ خوار و زبوں ہو کر
اجل سے آلود ہو گیا۔ رشتہ خویش جوڑوں ہو کر
ستر کی سلطنت جس مٹ گئی۔ حرف غلط ہو کر
انما کی تکنت بھی مٹ گئی۔ حرف غلط ہو کر

گلاب تک حسین ابن علی کا نام باقی ہے
صدائے شہداء و شہداء ہے۔ اسلام باقی ہے